ترجمہ :

شیعہ مذہب کا ایک مکر یہ ہے کہ اُنکے علماء اپنے آپ کو تقیہ کی آڑ میں بظاہر مسلک اربعہ (حنفی،مالکی،شافعی،حنبلی) میں سے کسی ایک کا پیروکار بتاتے ہیں اور سختی سے اِس پر کاربند رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ سنّیوں کے مدارس میں استاذ لگ جاتے ہیں اور ترقی کرتے کرتے

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

صدر مدرس کے عہدہ تک پہنچ جاتے ہیں، اسی مسلک کو پڑھتے پڑھاتے ہیں اور اسی کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں یہاں تک کہ لوگ اُن کو اپنا مقتدا و پیشوا ماننے لگ جاتے ہیں پھر اسکے بعد وہ رفتہ رفتہ سنّی عوّام میں رفض (شیعیت) کے جراثیم پھیلانے شروع کردیتے ہیں۔

تحفہ
اثنا عشریہ

سہیل اکیڈمی، لاہور، پاکستان

وافہام سلیمہ ایشان ضرب المثل ست چنانچہ شاہد آن خوض ایشان ست در فلسفیات و مسائل ریاضیات و طبیعیات و آلہیات بوجہے کہ اگر و ضعین این علوم موشگافیہای ایشان را میدیدند فنہا بر خود میکشیدند و علوم بسیارے مثل علم اصول و فنون ادبیہ ہمہ مخترع و مستخرج ایشان ہست این قسم جماعہ کہ در مدح اشخاص چند و تعظیم و توقیر آنہا اجماع نمایند لا اقل شبہہ در طعن و قدح ایشان پیدا میشود و جرات بر امر جنین کار عاقل نیست و بر دایات پیشوایان خود کہ حال ایشان عنقریب معلوم خواہد شد این قدر فریب خوردن و مغرور بودن دور از حزم واحتیاط در فکر آخرت ست

کید چہل و ششم

آنکہ در کتب احادیث خود موضوعات چند روایت کنند باین مضمون کہ بار تعالے ہمیشہ وحی مے فرستاد بسوی پیغمبر علیہ السلام کہ سوال کن از من تا ترا ہدایت کنم بحب علی بن ابی طالبؓ و متاخرین ایشان این اخبار را ترویج و تشہیر کنند نمی فہمند کہ درین وضع و افترا قصورے عظیم بجناب پیغمبرؐ لاحق مے شود بچند وجہ اوّل آنکہ محبت علی کہ فرض ایمان و رکن دین ست او را حاصل نبود دوم آنکہ در تحصیل این امر ضروری قصور و تغافل و اہمال داشت کہ بار بار تاکید این معنی از حضور اقدس میرسید سوم آنکہ بار تعالے او را درین امر ضرورے محتاج بسوال داشت و خود بخود بی طلب او نداد حالانکہ جمیع انبیا را ضروریات ایمانی از ابتدای خلقت حاصل میباشد غرضکہ این گروہ در وضع روایات ہمان مثل میکنند کہ عاقلے در حق غافلے گفتہ ہست بنی قصر او ہدم مصر

کید چہل و ہفتم

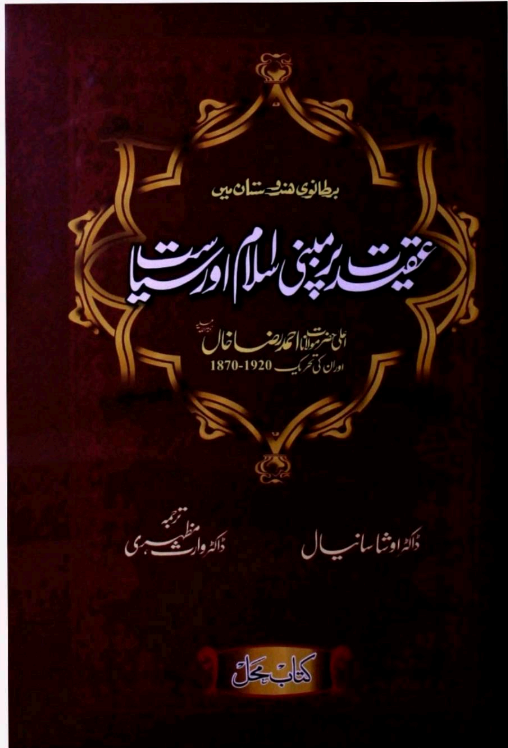
آنکہ طائفہ از علمای ایشان بظاہر در مذہبی از مذاہب اربعہ اہل سنت داخل شدند و خود را در ان مذہب آنقدر راسخ و استوار ساختند کہ مردم آن مذہب ظاہراً و باطناً بامتحانات و تجارب ایشان را مقتدای مذہب خود گمان بردند و متولی تدریس مدارس آن مذہب شدند و افتای آن مذہب بدیشان مفوض گشت چون نزدیک بمرگ رسیدند و آمد آمد ملک الموت شنیدند اظہار کردند کہ ما را مذہب شیعہ حق نمود دار شد و وصیت کردند کہ متولی غسل و تجہیز و تکفین ما این فرقہ باشند و ما را در مدافن و مقابر ایشان دفن نمایند و مقصود کنند تا تلامذہ و معتقدین و احبا و اصدقا ایشان را شک و شبہہ عارض شود و بدانند کہ این قسم مردم ثقہ در دم آخرین و نفس بازپسین اگر این مذہب را راست و درست نمی دیدند چرا راغب مے شدند و مذہب اہل سنت را اگر باطل نمی فہمیدند چرا عدول مے کردند قال ابن المطہر الحلی فی کتاب منہج الکرامۃ کان اکثر مدرسی الشافعیۃ فی زماننا حیث توفی اوصی بان یتولی امرہ فی غسلہ و تجہیزہ بعض المومنین و ان یدفن فی مشہد الکاظم علیہ السلام ترجمہ وگفت ابن مطہر حلی در کتاب منہج الکرامۃ بودند اکثر مدرسان شافعی در زمان ما وقتیکہ وفات یافتند وصیت میکردند بانکہ متولی کار او در غسل و تجہیز او بعضی مومنان باشند و آنکہ دفن کردہ شود در مشہد کاظم علیہ السلام

کید چہل و ہشتم

آنکہ بعضے از مشاہیر علمای ایشان کتابے تصنیف کردہ اند و در وے نوشتہ اند کہ اکثر مشائخ اہل سنت و علمای ایشان بر مذہب امامیہ بودند و بظاہر پردہ داری میکردند از ین قبیل ست کتاب وفیات الاعیان شیعہ کہ تالیف یکے از علمای عراق ست و در وے بایزید بسطامی و معروف کرخی و شقیق بلخی و سہل بن عبد اللہ تستری و غیر ایشان را از مشائخ مشہورین اہل سنت در امامیہ شمردہ و از اقوال و کلمات ہر یک بافترا و بہتان چیزے نقل کردہ کہ دلالت صریح میکند بر بودن ایشان ازین فرقہ و مناقب و محاسن و خوارق ایشان را باستیعاب نوشتہ و ازین جنس در کتاب مجالس المومنین تالیف قاضی نور اللہ شوشتری خردارہا انبارہا موجود ہست شخصی از علمای ہرات کہ ہم مذہب او بود باوی بطریق نصیحت گفت کہ آنچہ درین کتاب از روایات و حکایات و نقول و اخبار مندرج شدہ است مخالف واقع و نزد ثقات شیعہ و اہل سنت ہر دو باطل و بے اصل ست و در کتب تواریخ و اخبار اصلا اثرے ازان موجود نیست قاضی در جواب فرمود کہ من ہم این را میدانم لکن غرض من آنست کہ ہر کہ درین کتاب این روایات و حکایات را

احمد رضا خان بریلوی کے عقائد و نظریات
شیعیت سے ماخوذ تھے اور شیعہ کے اُصولوں

سے کافی قریب ہیں



جاسکتا ہے۔(38)

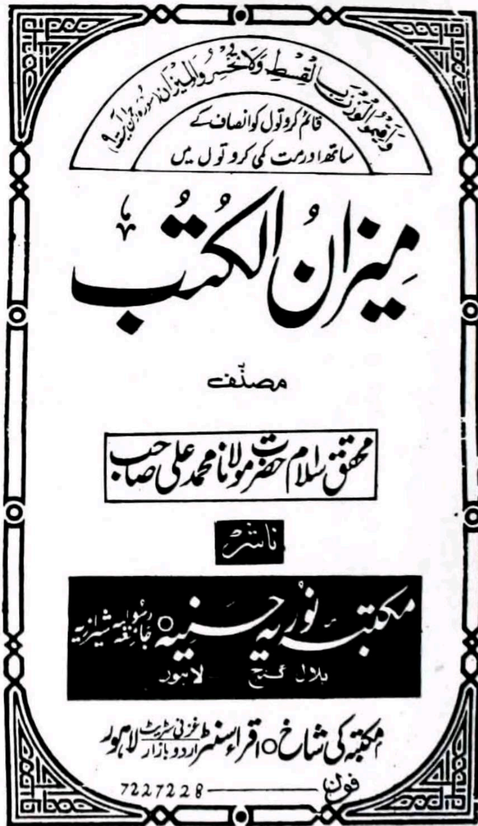
ان کے سنی پٹھان ہونے کے خاندانی پس منظر کا دستاویزی ثبوت موجود ہے اور اس کتاب کے دوسرے باب میں اس کا تذکرہ آچکا ہے۔ تاہم اس کتاب کے چوتھے باب میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ مولانا بریلوی کے پیر و مرشد شاہ آل رسول ایک مشہور سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو سترہویں صدی میں بلگرام سے ہجرت کر کے مارہرہ آگیا تھا۔ یہ خاندان بیسویں صدی کے اوائل تک بلگرام میں رہ جانے والے خاندان کے دوسرے حصے سے جس کا مذہب شیعہ تھا، شادی بیاہ کرتا آیا تھا۔ 18ویں صدی میں ایک ہی خاندان کی بعض شاخوں کا شیعہ اور بعض کا سنی ہونا انہونی بات نہیں تھی۔ خود شاہ ولی اللہ کے صاحب زادے شاہ عبدالعزیز کے سسرالی خاندان کے بعض افراد شیعہ تھے۔ ان کے قول کے مطابق اکثر سنی گھرانوں میں سے ایک یا دو اشخاص نے مذہب امامیہ کو اختیار کر لیا تھا۔(39)

19ویں صدی میں مارہرہ کے برکاتیہ سادات نے جس سے شاہ آل رسول کا تعلق تھا، اپنے اردگرد میں شیعی اثرات کے مقابلے کے لیے زبردست کوششیں کیں۔ مولانا احمد رضا خاں بھی اپنے پیر کی ان کوششوں سے متاثر تھے اور غالباً ان کے شیعہ مخالف نظریے کو مستحکم کرنے میں اس نے بھی اپنا رول ادا کیا۔

لیکن اسی کے ساتھ اس الزام پر کہ مولانا احمد رضا خاں کے بعض عقائد و نظریات شیعیت سے ماخوذ تھے، سنجیدگی سے غور و خوض کرنے کی ضرورت ہے۔(40) اگرچہ 'ماخوذ' کے لفظ کا استعمال یہاں بہت مناسب معلوم نہیں ہوتا تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ رسالت کے تعلق سے مولانا احمد رضا خاں اور اہل سنت کا تصور شیعی اصولوں سے کافی قریب ہے۔(41) اہل تشیع کی طرح سے مولانا بریلوی بشمول (حضرت) محمدؐ تمام انبیا کو معصوم تصور کرتے ہیں۔(42) اہل تشیع کی طرح مولانا بریلوی بھی اہل بیت سے انتہائی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ گزشتہ کسی باب میں میں لکھ چکی ہوں کہ مولانا بریلوی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ پیغمبر محمدؐ کا خاندان جس کے منتسبین سید کہلاتے ہیں، فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

مزید برآں 'نور محمدی' سے متعلق شیعوں کے نظریے اور مولانا احمد رضا خاں کے نظریے میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں ''نور محمدی'' کے تصور کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں جو ان کے مطابق، کائنات کی تخلیق اور پیغمبر اول (حضرت) آدم کی پیدائش سے قبل وجود میں آچکی تھی۔(43) بعض شیعی ماخذ میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ پیغمبر محمدؐ اور (حضرت) علیؑ کی تخلیق خدا کے ہاتھوں

موجودہ دور کے رضاخانی مصنفین اور واعظین اپنی تصنیفات اور واعظ کے اندر شیعہ مذہب کی تائید اور ترجمانی کرتے ہیں


وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ سورۃ رحمٰن آیت ۹

قائم کرو تول کو انصاف کے ساتھ اور مت کمی کرو تول میں

مِیزانُ الکُتُب

مصنّف

محقق اسلام حضرت مولانا محمد علی صاحب

ناشر

مکتبہ نوریہ حسینیہ رضویہ ... بلال گنج لاہور

مکتبہ کی شاخ ۱۰ اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون 7227228

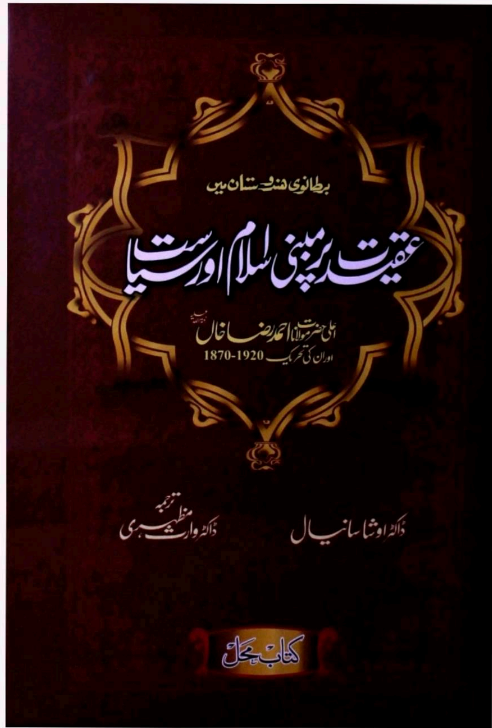
باب دوم

راقم الحروف جب "میزان الکتب" میں ایسی کتب کے تذکرہ سے فارغ ہوا۔ جو کٹر شیعہ یا مائل بتشیع مصنفین کی تھیں۔ اور کچھ ایسی کتابوں کا ذکر ہوا۔ جن کے مصنفین کا تعلق اہل سنت سے تو تھا۔ لیکن ان میں رطب و یابس سب کچھ جمع کر دینے کی وجہ سے اُن کا شمار اہل سنت کی کتب معتبرہ میں نہ ہوتا تھا۔ اسی دوران لاڑکانہ سے ایک مخلص دوست جناب سید زین العابدین شاہ صاحب کا ایک تفصیلی خط موصول ہوا۔ جس میں انہوں نے لکھا۔ کہ واقعہ کربلا کے متعلق موجود دور کے بعض سُنّی مصنفین اور واعظین کا جائزہ لینا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی تصنیفات اور وعظ ایسی باتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ جو مسلکِ شیعیت کی تائید و ترجمانی کرتی ہیں۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ آگے چل کر یہی تصنیفات، اہل سنت کے لیے دردِ سر بن جائیں اور ان کی واعظ بھری کیسٹیں ہم اہل سنت کو گمراہ کرنے اور مذہب شیعہ کو حق ثابت کرنے کے لیے بطور حوالہ پیش کی جائیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے ہوتا چلا آرہا ہے۔ لہٰذا اس بات کی اشد ضرورت ہے۔ کہ ان کتب کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ اور ان کے مندرجات پر بے لاگ تبصرہ کر کے آئندہ اُٹھنے والے طوفان پر بند باندھا جائے۔

یہ ان کا مطالبہ بواسطہ بھورل شاہ ایڈیٹر لاڑکانہ کے واسطہ کئی دفعہ پہنچا۔

فقیر نے جب یہ خط قبلہ عالم خواجہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ کیلیانوالہ شریف کے حضور پیش کیا۔ تو قبلہ عالم نے مولانا موصوف کی رائے کو بہت پسند فرمایا۔ اور اسے روبکار لانے کا ارشاد فرمایا۔ فقیر نے عرض کیا حضور! ایسا کرنے سے موجودہ دور کے مصنفین علماء اور واعظین حضرات کی سخت مخالفت

احمد رضا خان بریلوی کا شجرہ نسب
شیعہ مذہب کے " زیدی فرقے " سے ملتا ہیں



باب چهارم

مارہرہ کے سادات برکاتیہ

اواخر 19 ویں صدی

مولانا احمد رضا خاں کا شاہ آل رسول بدایونی (م:1878) کا شاگرد و مرید ہونا ان کے لیے نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ شاہ آل رسول مارہرہ کے برکاتیہ خاندان کے صوفیہ اور پیروں میں سے تھے۔ مارہرہ ایک چھوٹا شہر ہے، جو علی گڑھ سے قریب واقع ہے۔ اہل سنت کے وسیع معنیٰ میں 'مسلمان ہونے' کے تناظر میں تصوف کی ان کے لیے کیا اہمیت ہے اور ان کے اہل سنت ہونے اور تصوف کے نظریات کے درمیان کیا رشتہ ہے؟ یہ بعض سوالات ہیں جن پر میں اس باب میں اور اگلے باب میں بحث کرنے کی کوشش کروں گی۔ مزید براں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ اہل سنت کی نظر میں صوفیانہ اتھارٹی کا ماخذ کیا ہے، میں عمومی سطح پر مذہبی اتھارٹی سے متعلق بھی گفتگو کرنا چاہوں گی کہ وہ کس شکل میں سامنے آتی ہے، کس طرح کسی کو عطا ہوتی ہے اور اس کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے۔

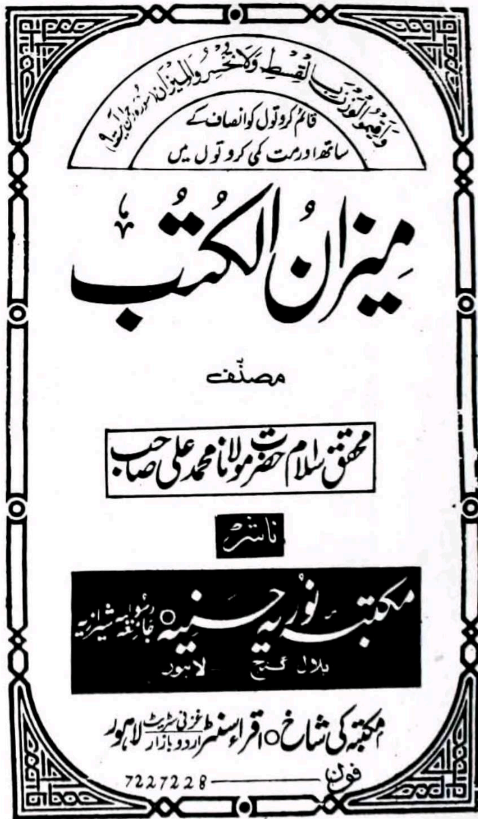
پہلے میں برکاتیہ خاندان پر نظر ڈالنا چاہوں گی۔ میرا مطالعہ جو اس خاندان کی تاریخ پر مبنی ہے، بتاتا ہے کہ کس طرح برکاتیہ سلسلے کے صوفیہ و مشائخ خود کو 19 ویں صدی کے اواخر کے دوسرے صوفیہ و مشائخ کے مقابلے میں الگ طرح کا مصلح سمجھتے یا ایسا یقین رکھتے تھے۔ برکاتیہ سلسلے کے پیر و مشائخ پر اپنی بحث کو مرکوز رکھتے ہوئے، 19 ویں صدی کے برطانوی ہندوستان میں سادات برکاتیہ کے خاندان کی مذہبی مقتدرہ کی حیثیت سے اہمیت پر بھی میں روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گی۔

مارہرہ کے برکاتیہ سادات:

مارہرہ کے برکاتیہ خاندان کے سادات کا شجرہ نسب زیدی (1) سیدوں سے ملتا ہے، جو پیغمبر اسلام کی بیٹی (حضرت) فاطمہ کی اولادوں میں سے تھے۔ وہ عراق میں بس گئے۔ 11 ویں صدی میں خاندان کی ایک شاخ غزنہ جا کر سلطان محمود غزنوی (998-1030) کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے والے ایک لشکر میں شامل ہوگئی۔ آگے چل کر سلطان شمس الدین التمش (یا التتمش) (تقریباً 36-1211)

آج کل کے رضاخانی واعظین محرّم الحرام کی تقریروں کی کامیابی کے لیئے

سیّدہ صغریٰ بنت حسین کا من گھڑت واقعہ کا زینت بنا ہوا ہیں



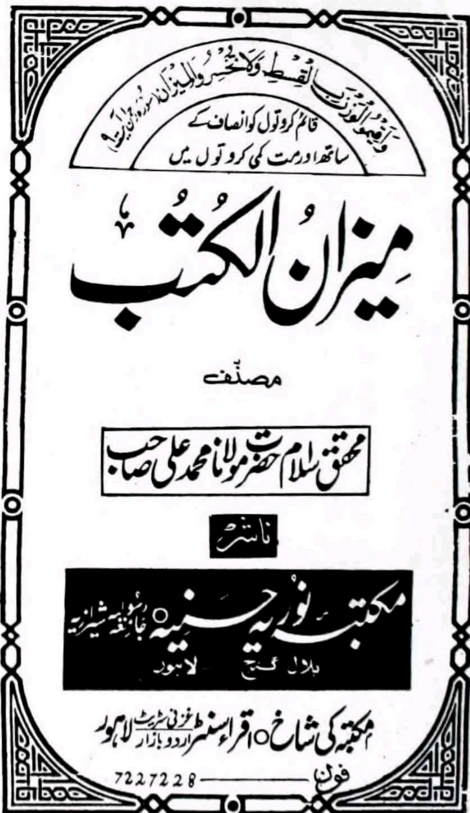
چہل و یکم ۴۱

فاطمہ کا لال مصنفہ مفتی جیب سیالکوٹی

اس کتاب کی تقریظات میں اگرچہ مفتی صاحب کی تعریف کے اس تصنیف کی وجہ سے صفحات بھر دیئے گئے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ جو کہا گیا ہے۔ در اس کتاب کا ہر واقعہ بحوالہ نقل کیا گیا ہے،، یہ صرف حسنین کریمین کی تعریف اور اوصاف تک محدود ہے۔ رہی یہ بات کہ واقعہ کربلا کو مفتی صاحب نے ذکر کیا ہے۔ اور جن جن واقعات کو رنگیلا پنی سے ذکر کیا ہے اس کی حیثیت خاک کربلا وغیرہ سے زیادہ نہیں ہے۔ کہ جو رنگیلا پنی کے ساتھ کربلا کے موضوع پر لکھی گئی۔ جن کا تذکرہ ہم کر چکے۔ بہر حال مفتی صاحب ایک بہترین خطیب ہیں۔ انہوں نے اپنے خطیبانہ رنگ میں رنگیلا پنی سے کام لیتے ہوئے واقعات کو اس طرح بیان کیا۔ کہ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے ہم ان کی عبارات کو نقل کرنا باعثِ طوالت سمجھتے ہیں۔ لیکن فاطمہ صغریٰ بنت حسین رضی اللہ عنہ کے من گھڑت قصہ کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں۔ اس کے پڑھنے سے ہی قارئین سمجھ جائیں گے کہ اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اس کی حیثیت کیا ہے؟ اس لیے ہم نے کثیر کتب کا ذکر نہیں کیا۔ جو کربلا کے موضوع پر لکھی گئیں۔ کیونکہ ان کا تانا بانا بھی مذکورہ کتب سے ملتا جلتا ہے۔ لہٰذا جن جن کتب میں مذکورہ واقعات منقول ہیں سمجھ لیں یہ کتب اہل سنت کے نزدیک غیر معتبر ہیں۔ آج کل کے سنی واعظین کی محرم کی تقریروں کی کامیابی کے لیے سیدہ صغریٰ بنت حسین کا من گھڑت واقعہ زینت بنا ہوا ہے

رضاخانی مولوی محمد علی صاحب کا کہنا ہے کہ رضاخانی مذہب کے مولوی حضرات

اپنی تصنیف میں شیعہ اور رافضیوں کے عقائد و نظریات کا پرچار کرتے ہیں



نے سُنا تو چیخیں نکل گئیں - عرض کیا - یا امام! میرے لئے وعدۂ آخرت ہی بہت بڑی دولت ہے خدا کے لئے اپنی یہ امانت بھی لیتے جائیے - پھر وہ کجاوے سے ایک چھوٹی سی پوٹلی نکال لایا آپ نے فرمایا یہ کیا ہے - عرض کی اس میں علی اصغر کے کپڑے ہیں -

امام مظلوم نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پوٹلی سنبھالی اور دل ہی دل میں کہا "صغرا بیٹی! اب تیرے اصغر کو کیسے یہ تیرا تحفہ پیش کیا جائے - اصغر کی ننھی سی قبر قریب ہی تھی - آپ نے وہ پوٹلی اس پر رکھ کر فرمایا - اصغر بہن کا تحفہ قبول کرو - اور پھر وہ کپڑے اور خط لیکر خیموں میں تشریف لے گئے -

خط کیا تھا تلوار تھی جو بیک وقت سب کے دلوں پر پھر رہی تھی - شکوے ہی شکوے شکایتیں ہی شکایتیں ، درد ہی درد ، فراق ہی فراق - ابا جان سے شکوے ، پھوپھی سے شکوے ، امی سے شکوے ، علی اکبر سے شکایتیں ، سجاد سے شکوے - اصغر کی یادیں ، سکینہ کے سلام - ایک ایک لفظ دلوں کو چھیرتا جا رہا تھا - ایک ایک جملے پر چیخیں بلند ہو رہی تھیں - پیکر تسلیم و رضا امام مظلوم کی آنکھوں میں بھی اشکوں کا سیلاب آ گیا تھا - درد و فراق کے آنسو بہے جا رہے تھے - دکھے ہوئے دل کے آنسو - گرم گرم اور آتشیں آنسو - بیٹی کے خط سے غم آلود آنسو -

دُکھو سوہنے اُمت دے بے ہتھوں ہوئے قتل امام تے کی ہندا
اصغر تائیں دفنا کے ندیاں آ جاوے چٹھی اصغر دے نام تے کی ہندا
پئے پچھاؤندا ہے اکبر دی لاش تائیں شکویاں بھریا سلام تے کی ہندا
کھلیئے صغریٰ دے قاصد نوں موڑ صائم دس کے حالات تمام نے کی ہندا

نوٹ :

یاد رہے - کہ صائم چشتی کی ایک اور تصنیف "مشکل کشا" ہے - جو حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی سوانح پر لکھی گئی ہے - اس کتاب میں صائم چشتی نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے متعلق انہی عقائد و نظریات کا پرچار کیا - جو رافضیوں کے ہیں - اور ان کے اصول دین میں سے شمار ہوتے ہیں - اور عنوان

غیر محتاط رضاخانی واعظین نے مسلک اہلسنّت کی حقانیت کو سخت نقصان پہنچایا

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ (سورۃ رحمٰن آیت ۹)

قائم کرو تول کو انصاف کے ساتھ اور مت کمی کرو تول میں

میزان الکتب

مصنّف

محقق اسلام حضرت مولانا محمد علی صاحب

ناشر

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

مکتبہ کی شاخ ۱۰ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون 7227228

چہل ۴۰

خاک کربلا مصنّفہ صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب

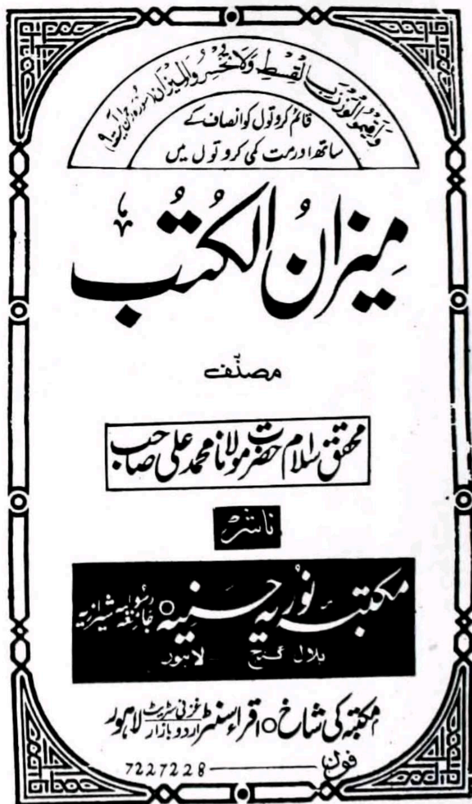
صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب کا طریقہ اوران کی عادت یہ تھی۔ کہ امام عالی مقام اوران کے اہل وعیال کا ذکر اس انداز سے کیا جائے۔ کہ لوگ خوب روئیں اور جی بھر کے شہداء کربلا کی شہادت پر نوحہ کریں۔ اس مقصد کی خاطر وہ اکثر غلط واقعات اور وہ بھی ایسے دردناک لہجے اور پرسوز انداز میں بیان کرتے کہ حاضرین کی چیخیں نکل جاتیں۔ اسی طرح انہوں نے اپنی تصنیف "خاک کربلا" میں بھی یہی انداز تحریر اپنایا۔ یہ کتاب بازار میں دستیاب ہے۔ شیعہ لوگ جو گستاخ صحابہ ہیں وہ ایسی کتابوں سے حوالہ پیش کر کے کہتے ہیں۔ کہ اہل سنت کے فلاں محدث اور محقق نے یہ بات اپنی فلاں تصنیف میں لکھی ہے۔ قارئین کرام! آپ اس بات کے گواہ ہوں گے۔ محرم الحرام کے دوران ہمارے کچھ سنی واعظین، شہادت کے موضوع پر ایسا دردناک سماں باندھتے ہیں۔ کہ شیعہ ذاکرین کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔ ان واعظین نے عوام کو اپنے ایسے پُر درد وعظوں سے یہ تأثر دیا ہے۔ کہ جو علماء اہل سنت اس رنگ ڈھنگ سے وعظ وتقریریں کرسکتے۔ وہ دل میں محبت وعشق اہل بیت نہیں رکھتے۔ اس طرح ان غیر محتاط واعظین نے مسلک اہل سنت کی حقانیت کو سخت نقصان پہنچایا۔ واقعات جو جھوٹے اوراہل بیت کے مقام ومنصب کے خلاف لکھے گئے۔ ان کی

۴۰ چہل

خاک کربلا مصنفہ صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب

صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب کا طریقہ اور ان کی عادت یہ تھی۔ کہ امام عالی مقام اور ان کے اہل وعیال کا ذکر اس انداز سے کیا جائے۔ کہ لوگ خوب روئیں اور جی بھر کے شہداء کربلا کی شہادت پر نوحہ کریں۔ اس مقصد کی خاطر وہ اکثر غلط واقعات اور وہ بھی ایسے دردناک لہجے اور پرسوز انداز میں بیان کرتے کہ حاضرین کی چیخیں نکل جاتیں۔ اسی طرح انہوں نے اپنی تصنیف "خاک کربلا" میں بھی یہی انداز تحریر اپنایا۔ یہ کتاب بازار میں دستیاب ہے۔ شیعہ لوگ جو گستاخ صحابہ ہیں وہ ایسی کتابوں سے حوالہ پیش کر کے کہتے ہیں۔ کہ اہل سنت کے فلاں محدث اور محقق نے یہ بات اپنی فلاں تصنیف میں لکھی ہے۔ قارئین کرام! آپ اس بات کے گواہ ہوں گے۔ محرم الحرام کے دوران ہمارے کچھ سنی واعظین، شہادت کے موضوع پر ایسا دردناک سماں باندھتے ہیں۔ کہ شیعہ ذاکرین کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔ ان واعظین نے عوام کو اپنے ایسے پُر درد وعظوں سے یہ تاثر دیا ہے۔ کہ جو علماء اہل سنت اس رنگ ڈھنگ سے وعظ و تقریریں کر سکتے۔ وہ دل میں محبت و عشق اہل بیت نہیں رکھتے۔ اس طرح ان غیر محتاط واعظین نے مسلک اہل سنت کی حقانیت کو سخت نقصان پہنچایا۔ واقعات جو جھوٹے اور اہل بیت کے مقام و منصب کے خلاف لکھے گئے۔ ان کی

محرّم الحرام کے دوران رضاخانی واعظین شہادت کے موضوع پر ایسا بیان کرتے ہیں کہ شیعہ ذاکرین کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں



علمائے اہلسنّت

سے

روحِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

کی

فریاد

نتیجۂ فکر

سید ظہیر الدین خان قادری برکاتی نوری رضوی

محلہ پوروہ ہیرامن، متصل نئی سڑک، کانپور

ملنے کا پتہ — مکتبۂ کتاب — ۲۰۸۰۰۱

کم از کم سو بار بارگاہِ رسالت میں درود شریف

اعلیٰ حضرت نے ساڑھے تین سال کی عمر میں جواب دیا۔

"جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔"

یہ قصہ کسی باشعور قاری کو ہرگز متاثر نہیں کر سکتا، پڑھا لکھا آدمی کیسے یقین کرے گا کہ ساڑھے تین سال کا بچہ طوطا انھوں کی زندگی کے بارے میں اتنی گہری واقفیت رکھتا ہوگا کہ نظر کے بہکنے اور ستر بہکنے جیسے الفاظ زبان سے نکالے، سوانح نگار حضرات یہ کیوں بھول گئے کہ انھیں کسی ماہرِ جنسیات کی زندگی کا تعارف نہیں کرانا ہے بلکہ ایک امامِ وقت بلکہ ایک مجدّدِ دین کی زندگی عوام کے سامنے رکھنی ہے پھر کس قدر غلط ہے یہ انداز کہ "صرف ایک بڑا سا کرتا زیبِ تن کئے ہوا تھا" لکھ کر یہ تاثر دینا کہ اعلیٰ حضرت بچپن میں ستر چھپانے کے معاملے میں عام بچوں کے مقابلے میں کوئی امتیازی خصوصیت نہیں رکھتے تھے پھر اسی لمحہ اُن کی زبان سے ایسی بات کہلوانا جو امام احمد رضا کو ماہرِ دینیات کے بجائے ماہرِ جنسیات (نعوذ باللہ) پیش کرے، کیا یہ اعلیٰ حضرت کی شانِ اقدس میں معصومانہ گستاخی نہیں ہے؟ انوارِ رضا کے مصنف اور سوانح اعلیٰ حضرت کے مصنف جناب بدر الدین صاحب اور دوسرے کئی گرامی قدر حضرات اس جرم کے مرتکب ہیں۔

ہماری عاجزانہ التماس ہے کہ خدارا اس قسم کے واقعات آئندہ ہرگز شائع نہ کئے جائیں تاکہ پڑھا لکھا طبقہ ہم سے مانوس ہو سکے۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے خاندان شریف کا ذکر قلم بند کرتے ہوئے حیاتِ اعلیٰ حضرت کے مصنف نے سخت ٹھوکر کھائی ہے، انھوں نے شجرۂ نسب اس طرح لکھا ہے:-

"احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی" (حیاتِ اعلیٰ حضرت ص)

چوں کہ حُسنِ اتفاق یا سوئے اتفاق سے نقی علی، رضا علی اور کاظم علی جیسے نام سنیوں میں رائج نہیں ہیں بلکہ عموماً شیعہ حضرات ہی کے یہاں اس طرح کے نام ہوتے ہیں کوئی بھی شخص شک میں پڑ سکتا ہے کہ کیا معاذ اللہ! اعلیٰ حضرت شیعہ خاندان کے پروردہ تھے؟ لہٰذا بہتر یہ تھا کہ شجرۂ نسب نہ دیا جاتا، آئندہ ہر سوانح نگار اس امر کو ذہن میں رکھے اور والد، دادا اور پردادا کے نام پیش ہی نہ کرے، یا پھر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم یا اولیائے کرام رحمہم اللہ میں سے چند حضرات کے ایسے ناموں کی نشاندہی کی جائے تاکہ شیعیت کا الزام نہ ڈالا جا سکے۔

سوانح نگاروں کا فرض ہے کہ وہ عوام کے ذوق اور رجحان کا خیال رکھتے ہوئے حالاتِ زندگی مرتب کریں، مثلاً عموماً عوام یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے امام کا چہرہ نورانی ہو، ان کے بشرے سے تقدس اور انوار ابلتے ہوں، ہمارے سوانح نگاروں نے اس کے بالکل برخلاف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمائے دیوبند کی کفریہ اور متضاد عبارات سے متعلق

دیوبندیوں سے لاجواب سوالات

مرتبہ : محمد نعیم اللہ خاں قادری
بی ایس سی، بی ایڈ
ایم اے اردو، پنجابی، تاریخ

ناشر: فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کامونکی

تن من دھن کی بازی لگا دی گئی، شیعہ سُنّی اختلاف ختم کرنے کا جھانسہ دیا گیا، بڑھ چڑھ کر روپیہ پیسہ لگایا گیا، کہیں لائبریریوں کے نام پر جیبیں بھری گئیں کہیں مدرسوں کی آڑ میں پالیسیاں گرم ہوئیں، کہیں امام باڑوں کے لیے لاکھوں کی تھیلیاں اچھال دی گئیں، غرض جس طرح اور جیسے ممکن تھا شیعیت کی ترویج و ترقی کے لیے قربانیاں دی گئیں۔ اور ادھر ہمارے سُنّی بھائی اتنے متاثر ہوئے کہ خمینی صاحب کا نام جپنے لگے۔ کھوکھلے اسلامی دعووں پر یقین کر لیا۔ لیکن افسوس کہ اندر کی تاریکیوں اور غلاظت کو جھانک کر دیکھنے کے لیے ان بے چاروں کے پاس نہ بصارت ہے، نہ بصیرت۔ ہمیں اپنے سُنّی بھائیوں سے سخت شکوہ ہے کہ وہ محض اعمال و افعال ہی کو سارا دین سمجھ بیٹھے ہیں۔ عقائد و ایمان کی اہمیت و حیثیت کو یکسر بھلا دیا حالانکہ اعمال کی مقبولیت کا دار و مدار عقائد کی درستی پر ہے۔ بصورت دیگر آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور ہمیں یہاں یہ بات کہہ دینے میں بھی کوئی عار نہیں کہ ملک کے سربراہوں کو پہلے مذہب سے واقفیت حاصل کرنی چاہیے، بزرگان دین کی کتب سے استفادہ کرنا چاہیے۔ آج کے مولویوں پر اعتبار نہ سہی کیا چودہ سو سال کے سارے آئمہ کرام معاذ اللہ محض مُلّاں کہلواتے تھے، تمام سابقہ علمائے احناف کی کتب بحمد اللہ موجود ہیں۔ اُن میں صاف موجود ہے کہ جو قوم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر دن رات تبرے بکتی ہو اُس سے میل جول، اُٹھنا بیٹھنا اور محبت و دوستی کا اظہار مسلمان کے لیے جائز نہیں۔ ہمیں سخت افسوس ہوتا ہے کہ آج کے سربراہ دینی معاملات میں بہت پیچھے ہیں۔ اُنہیں پتہ ہی نہیں کہ اسلام میں رواداری کا مطلب و مفہوم کیا ہے، اپنے پروٹوکول پر قدم بہ قدم کاربند نظر آئیں گے مگر اسلام نے جو پروٹوکول عطا فرمایا ہے وہ بالائے طاق رکھ کر بندوں کو خوش کرنے پر مجبور رہیں۔ ان سربراہوں کو پتہ ہی نہیں کہ کس کا جنازہ پڑھنا ہے کس کا نہیں پڑھنا، کس کے مزار پر جانا ہے اور کس کی قبر

شیعہ مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے بریلوی شیخ الاسلام کا اقرار

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُبحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمدِہٖ سُبحَانَ اللّٰہِ العَظِیمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیمِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصحَابِہِ الطَّیِّبِینَ الطَّاھِرِینَ.

زمینِ چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

حضرت امام ربّانی مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے گیارھویں صدی ہجری کے شروع سالوں میں رسالہ "رَدِّ روافض" لکھا، ابتدا میں آپ نے ہندوستان میں اسلام کے پھلنے پھولنے اور مسلمانوں کی یک مذہبی و یک رنگی کا بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں طوطیِ ہند حضرت خواجہ امیر خسرو عَلَیہِ الرَّحمَہ کے چودہ شعر لکھے ہیں، اور پھر حضرت مجدّد نے ہندوستان میں شیعانِ علی کی آمد کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مجدّد کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے: ایک اہلِ سُنّت و جماعت، دوسرے شیعہ۔ اب مولانا اسماعیل دہلوی کا ظہور ہوا، وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے۔ ان کا مَیلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا اور نجدی کا رسالہ "رَدّ الاشراک" ان کی نظر سے گزرا اور انھوں نے اردو میں "تقویۃ الایمان" لکھی، اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دَور شروع ہوا، کوئی غیر مُقلِّد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہلِ حدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سَلَفی کہا۔ ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا وہ ختم ہوا، معمولی نوشت و خواند کے افراد امام بننے لگے۔ اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہِ نبوت کی تعظیم و احترام میں تقصیرات کا سلسلہ

مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان

تصنیف
حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

صُفّہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیٹرجی روڈ - اُردو بازار - لاہور فون: 7324210